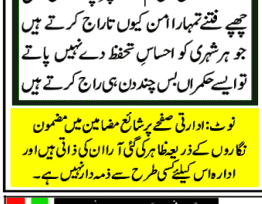

نظریہ

اُپیندر رائے

# انصاف سے ہوں گے داغ صاف

**سیاست** میں بڑبولا پن کتنا بھاری پڑسکتا ہے، اس کی سب سے تازہ مثال ہیں مرکزی وزیر مملکت برائے داخلہ اجے مشر ٹینی۔ وزیر جی تقریباً ایک پکھواڑے پہلے اتر پردیش کی پلیا اسمبلی کے ایک قصبہ میں جلسہ عام کو خطاب کرنے پہنچے تھے۔ جلسہ عام کے راستہ میں کسانوں نے مخالفت کردی تو وزیر جی اتنے ناراض ہوئے کہ جلسہ کے اسٹیج سے ہی دو منٹ میں مخالفین کو پست کرنے والی اپنی پرانی 'پہلوانی' پہچان کا حوالہ دے ڈالا۔ ساتھ میں کسانوں کو دھمکی بھی دے ڈالی کہ اگر انہوں نے چیلنج قبول کرلیا تو انہیں پلیا ہی نہیں، لکھیم پور بھی چھوڑنا پڑ جائے گا۔

اب دیکھئے ہو کیا رہا ہے۔ بیٹے کی گرفتاری سے اور اپنی وزارت کے عہدہ کو استعفیٰ سے بچانے کے لیے اجے مشر خود پلیا ہی نہیں، لکھیم پور تک چھوڑ کر دہلی کی دوڑ لگا رہے ہیں اور مخالفین ہی نہیں، اپنی ہی پارٹی والے کہہ رہے ہیں کہ اب تو سدھر جاؤ۔ وجہ ہے لکھیم پور کھیری میں ہنگامہ آرائی اور تشدد میں 9لوگوں کی اموات، جس کے بعد اتر پردیش کی سیاست میں طوفان مچا ہوا ہے اور لکھنؤ سے دہلی تک بی جے پی کو انصاف کرنے کی دہائی دینی پڑ رہی ہے۔ پورے تنازع کی جڑ بنے ہیں اجے مشر ٹینی جن کا بیٹا آشیش مشر چار کسانوں کو گاڑی سے کچل کر موت کے گھاٹ اتارنے کے سنگین فعل کا اہم ملزم بنایا گیا ہے۔ یعنی جس کے والد کے کندھوں پر ہی ملک میں قانون پر عمل درآمد کی ذمہ داری ہے، اسی بیٹے پر کھلے عام ملک کے قانون کی دھجیاں اڑانے کے معاملہ میں انگلی اٹھ رہی ہے۔

پورا واقعہ ویسے بھی قابل مذمت ہے اور وزیر سے منسلک ہونے کے سبب سیاسی بھی بن گیا ہے۔ کانگریس اور سماجوادی پارٹی سے لے کر ترنمول کانگریس اور شرومنی اکالی دل جیسی دوسری ریاستوں میں سرگرم علاقائی پارٹیاں تک متاثرہ کنبوں کے درمیان اپنی موجودگی درج کرانے کا مقابلہ کرتی نظر آرہی ہیں۔ اپوزیشن پارٹی ہونے کے ناطے ایسا کرنا ان پارٹیوں کی معاشرتی- سیاسی ذمہ داری بھی ہے، لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ریاست اور مرکزی حکومت پر ہو رہے چوطرفہ حملوں کی ایک وجہ اتر پردیش میں آنے والے دنوں میں ہونے والے اسمبلی الیکشن بھی ہیں۔

حالاں کہ تنازع بڑھنے کے باوجود مودی-یوگی حکومتیں اور بی جے پی تنظیم نے محتاط اور نپے تلے انداز میں قدم اٹھائے ہیں۔ یوگی حکومت نے اس معاملہ میں جلدبازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے متاثرین کو معاوضہ دینے کا اعلان کرکے مخالفت کی آگ کو کافی حد تک قابو میں کرلیا ہے۔ ساتھ میں شروعاتی بندشوں کے بعد اپوزیشن پارٹیوں کو لکھیم پور کھیری جانے کی اجازت دے کر یہ بھی طے کردیا ہے کہ اس معاملہ میں اپوزیشن کے مزید سیاست کرنے کے مواقع آنے والے وقت میں محدود ہوتے چلے جائیں گے۔

فوری طور پر مؤثر نظر آرہی اس سیاسی ورزش کے باوجود یہ بھی سچ ہے کہ اس واقعہ نے بی جے پی کی تشویش میں حد سے زیادہ اضافہ کردیا ہے۔ پارٹی قیادت بھلے ہی اوپر سے پرسکون نظر آنے والے سمندر کی تصویر پیش کررہی ہو، لیکن سطح کے نیچے کافی کھلبلی مچی ہوئی نظر آرہی ہے۔ چار ماہ بعد اتر پردیش میں الیکشن ہونے ہیں۔ ایک طرف مرکز میں وزیراعظم نریندر مودی اور ریاست کے وزیراعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ مسلسل ریاست کی ترقی کا روڈ میپ اور اپنی حکومت کی حصولیابیوں کو لے عوام کے درمیان پہنچ رہے ہیں، وہیں اس واقعہ میں پارٹی کے ہی ایک وزیر کے بیٹے کے مبینہ طور پر ملوث ہونے سے عوام کے درمیان جو پیغام گیا ہے، اسے پارٹی کی صحت کے لیے اچھا نہیں سمجھا جارہا ہے۔ اے بی پی-سی ووٹر کا تازہ سروے اس جانب ایک اشارہ ہے جس میں شامل 70 فیصد لوگوں نے تسلیم کیا ہے کہ لکھیم پور معاملہ سے بی جے پی کو نقصان ہوا ہے۔

اندرون خانہ کی خبر یہ ہے کہ بی جے پی تنظیم کے ساتھ ساتھ سنگھ میں بھی اس واقعہ سے متعلق کافی ناراضگی ہے۔ کورونا وبا کے دوران ریاست کے عوام کو ہوئی پریشانی اور اس سے پیدا ہوئے غصے کو کم کرنے کے لیے سنگھ اپنے کارکنان کے ذریعہ طویل عرصہ سے ریاست میں سرگرم ہے۔ سنگھ کی اس سرگرمی سے لوگوں کا غصہ کافی حد تک کم ہوا ہے، لیکن گزشتہ دو ہفتوں کے دوران وقوع پذیر ہوئے دو بڑے واقعات نے بی جے پی کو الیکشن سے پہلے بڑا جھٹکا دیا ہے۔ پہلے کانپور کے کاروباری کے گورکھپور میں قتل کے معاملہ میں یوپی پولیس کا مشتبہ کردار اور اب لکھیم پور کھیری میں ایک وزیر کے بیٹے کا ہاتھ سامنے آنے سے اس پوری محنت کے نتیجہ پر سوالیہ نشان لگ گیا ہے۔

سنگھ ہمیشہ سے ہر طرح کے کام کاج میں شفافیت کا حامی رہا ہے اور وقت وقت پر اس بابت حکومت کو آگاہ بھی کرتا رہا ہے۔ اپنی سطح پر حکومت بھی اس معاملہ میں احتیاط برتتی آئی ہے، لیکن اس معاملہ میں دیکھیں تو کہیں نہ کہیں غلطی ضرور ہوئی ہے۔ اجے مشر ٹینی کے پرانے ریکارڈ کھنگالنے کی بات ہو یا اس معاملہ میں ابتدا میں ہوئی ٹال مٹول، یہ وہ لاپروائیاں ہیں جنہیں ٹالا جاسکتا تھا۔

اب اپوزیشن پارٹیاں بالخصوص کانگریس سپریم کورٹ کے تبصروں کو بنیاد بنانے کے ساتھ ہی الہ آباد ہائی کورٹ میں زیر التوا ایک معاملہ کا حوالہ دے کر اجے مشر کے بہانے بی جے پی کو کٹہرے میں کھڑا کررہی ہے۔ کانگریس نے اجے مشر پر قتل کے ایک پرانے معاملہ کو 17 سال تک درج نہ کرنے اور اب ساڑھے تین سال سے فیصلہ محفوظ ہونے کے باوجود فیصلہ نہ آنے پر سوال اٹھائے ہیں۔ توہین عدالت کا خطرہ مول لیتے ہوئے کانگریس اتنا آگے بڑھی ہے تو اس سے اپوزیشن کے اندر اس معاملہ کو ابھی اور آگے لے جانے کی بے چینی بھی واضح طور پر نظر آتی ہے۔ لکھیم پور کھیری کے واقعہ کا اثر یہ ہوا ہے کہ کسان تحریک اب مغربی اتر پردیش سے نکل کر روہیل کھنڈ اور وسط یوپی تک پہنچ گئی ہے۔ اپوزیشن اب اسے بندیل کھنڈ اور پوروانچل تک لے جاکر اسے پورے اتر پردیش کا ایشو بنانے میں مصروف ہوگئی ہے۔

جمہوریت میں حکومتیں مقبولیت سے چلتی ہیں اور صرف انصاف کرنا کافی نہیں ہوتا، انصاف کرتے نظر آنا بھی اتنا ہی اہم ہوتا ہے۔ اب صوبہ اور مرکز کی حکومتوں کے سامنے یہی چیلنج ہے۔ مافیا اور قانون سے کھلواڑ کرنے والوں کے ساتھ ویسے بھی مرکز کی مودی حکومت اور اتر پردیش کی یوگی حکومت سختی سے پیش آتی رہی ہیں۔ اس معاملہ میں بھی اہم ملزم آشیش مشر کے خلاف قانونی کارروائی کی جارہی ہے، جب کہ اس کے وزیر والد کو دہلی طلب کرکے ان سے بھی صفائی طلب کی گئی ہے۔ حکومت یا تنظیم سے وابستہ ہر شخص کو متنازع بیان اور ویڈیو سے بچنے کی سخت ہدایت دے دی گئی ہے۔ اچھا ہوگا اگر اس معاملہ کو مثال بنا کر سیاست میں شفافیت کی ایسی روایت بھی شروع کردی جائے، جس میں قانون سے کھلواڑ کے داغ لگے شخص کو گورننس سسٹم سے جڑے کسی بھی لیول کے لیے نااہل قرار دے دیا جائے۔ ویسے موجودہ انتظامیہ میں اس خیال کے تئیں پہلے سے بھی کافی حمایت موجود ہے اور یہ شاید اسی سوچ کے دباؤ کا نتیجہ ہے کہ پہلے نوٹس کو نظرانداز کرنے کے بعد اہم ملزم آشیش مشر کو دوسرے نوٹس پر کرائم برانچ کے سامنے پیش ہونا پڑا ہے۔ یہ واقعہ اس بات کا اشارہ ہے کہ اس معاملہ میں بھی انصاف ضرور ہوگا۔ بس سوال اس انصاف تک پہنچنے کے وقت کا ہے، کیوں کہ ہر گزرتا لمحہ شبہ کی آنچ اور سوالات کی آگ کو تیز کررہا ہے۔

(کالم نگار سہارا نیوز نیٹ ورک کے سی ای او اور ایڈیٹر اِن چیف ہیں)

**جمہوریت میں حکومتیں مقبولیت سے چلتی ہیں اور صرف انصاف کرنا کافی نہیں ہوتا، انصاف کرتے نظر آنا بھی اتنا ہی اہم ہوتا ہے۔ اب صوبہ اور مرکز کی حکومتوں کے سامنے یہی چیلنج ہے۔ مافیا اور قانون سے کھلواڑ کرنے والوں کے ساتھ ویسے بھی مرکز کی مودی حکومت اور اتر پردیش کی یوگی حکومت سختی سے پیش آتی رہی ہیں۔ اس معاملہ میں بھی اہم ملزم آشیش مشر کے خلاف قانونی کارروائی کی جارہی ہے، جب کہ اس کے وزیر والد کو دہلی طلب کرکے ان سے بھی صفائی طلب کی گئی ہے۔ حکومت یا تنظیم سے وابستہ ہر شخص کو متنازع بیان اور ویڈیو سے بچنے کی سخت ہدایت دے دی گئی ہے۔**

---

# ملک سے غداری۔ مقدمات اور حقائق

جائزہ

**ایڈووکیٹ ابوبکر سباق سبحانی**

**ملک** سے غداری یا دیش دروہ کے قانون اور اس قانون کے استعمال کو لے کر ہونے والی بحث کسی نتیجے تک پہنچنے میں ناکام ہوتی محسوس ہورہی ہے۔ ملک سے غداری کے قانون کو سیڈیشن کا قانون بھی کہا جاتا ہے۔ سپریم کورٹ آف انڈیا اس قانون کی دستوری حیثیت پر ایک بار پھر غور کررہی ہے، لیکن اس قانون کے مشکوک و مشتبہ استعمال کے واقعات ہماری نظروں سے گزرتے رہتے ہیں۔ حالیہ دنوں میں پیش آنے والے واقعات میں خاص کر طالبان کے موضوع پر سینئر ممبر آف پارلیمنٹ شفیق الرحمٰن برق کے خلاف ملک سے غداری کے الزام میں ایف آئی آر درج ہوتی ہے تو اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد اتر پردیش کے وزیراعلیٰ کے خلاف سخت الفاظ میں تبصرہ کرنے کی بنیاد پر سابق گورنر عزیز قریشی کے خلاف ملک سے غداری کے قانون کے تحت مقدمہ درج ہوجاتا ہے، بیان یا تنقید چاہے وہ کتنی ہی سخت کیوں نہ ہو ملک سے غداری کے زمرے میں نہیں آسکتی ہے۔

اس قانون کے استعمال کو لے کر نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو نے تازہ اعداد و شمار پیش کیے ہیں جن کے مطابق 2016 سے 2019 کے درمیان اس قانون کے تحت مقدمات میں تقریباً 163 فیصد اضافہ ہوا ہے جب کہ صرف 3.3 فیصد مقدمات میں ہی جرم ثابت ہوسکا ہے۔ 2019 میں 96 افراد کے خلاف ملک سے بغاوت کے الزام میں مقدمات درج ہوئے جن میں صرف 2 ملزمین کے خلاف جرم ثابت ہوا، یہاں یہ حقائق بھی قابل غور ہیں کہ شہریت قانون میں ترمیم کے بعد ہونے والے احتجاجات کے دوران ملک سے غداری کے الزام میں تقریباً 25 مقدمات انڈین پینل کوڈ کی دفعہ 124A کے تحت قائم کیے گئے، وہیں ہاتھرس گینگ ریپ حادثہ کے بعد سوشل میڈیا میں پوسٹ ڈالنے یا حکومت و انتظامیہ کے رویہ پر سوال اٹھانے والوں کے خلاف 22 مقدمات ملک سے غداری کے قانون کے تحت درج کیے گئے، اور پلوامہ حادثے کے بعد سوال کرنے والوں کے خلاف تقریباً 27 مقدمات اس قانون کے تحت درج ہوئے۔

سپریم کورٹ آف انڈیا نے کیدارناتھ سنگھ بنام اسٹیٹ آف بہار 1962 کے مقدمہ میں سیڈیشن کے قانون کی دفعہ 124 اے انڈین پینل کوڈ کی دستوری و قانونی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے اس قانون کے متعلق بنیادی اصول پیش کیے تھے جس میں سپریم کورٹ نے صاف الفاظ میں کہا تھا کہ حکومت کی پالیسیوں کے خلاف اپنے خیالات کا اظہار کرنا یا حکومت وقت کی مخالفت کرنا سیڈیشن نہیں ہوگا، ملک میں قانون کے ذریعہ بنائی گئی حکومت اور وہ افراد جو وقتی طور پر انتظامی امور انجام دینے کے لیے متعین ہوں، دونوں میں فرق واضح ہے، یعنی ہر شہری کو یہ حق ہے کہ وہ حکومت یا حکومت کے کام کرنے کے طریقوں کے متعلق اپنی رائے پیش کرے، یہ رائے تنقید یا مخالفت کرنے کی شکل میں بھی ہوسکتی ہے۔ حکومت وقت یا حکومت کے ذریعہ انتظامی امور کو انجام دینے والے ذمہ دار افراد کی کارگزاریوں یا ان کے کام کرنے کے اسلوب و اقدامات کی تنقید کرنا چاہے وہ تنقید سخت ہی کیوں نہ ہو، تنقید یا اختلاف کو ملک سے بغاوت نہیں کہا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص تشدد کرنے کے لیے اکساتا ہے یا امن و امان کے لیے واقعی خطرہ پیدا کرتا ہے تو اس صورت میں ہی اس قانون کا استعمال ہوسکتا ہے۔ کسی شخص کا حکومت کی پالیسیوں کو لے کر تشویش یا بے چینی کا اظہار کرنا تو یقیناً ایک جمہوری ملک کے ایک آزاد شہری کا دستوری حق ہے۔

تاریخ کی کتابوں کے مطابق انگریز حکومت سے آزادی حاصل کرنے کی طویل جدوجہد کے پیچھے سب سے اہم مقصد یہی تھا کہ انگریز حکومت ہمارے ملک میں اپنے مفادات کے پیش نظر پالیسیاں مرتب کرتی تھی اور ان پالیسیوں کے خلاف اٹھنے والی مخالف آوازوں کو سخت قوانین اور پولیس کے ذریعے دبانے کی کوشش کرتی تھی، ملک سے بغاوت کے قانون، انڈین پینل کوڈ کی دفعہ 124 اے کو شامل کرنے کا مقصد بھی یہی تھا، یہ قانون 1870 میں انڈین پینل کوڈ میں شامل کیا گیا تھا جب انگریز حکومت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے وہابی موومنٹ شروع ہوئی تھی، اس سے قبل انگلینڈ میں یہ قانون 1848 میں یوکے ٹریزن فیلونی ایکٹ کے نام سے بنایا گیا تھا۔ آزادی کی ایک طویل جدوجہد کے بعد 1947 میں ہمارا ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوگیا لیکن آزاد ہونے کے بعد بھی ان کالے قوانین کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی البتہ انہی قوانین کے ذریعے ہر اس آواز کو اس قانون کے ذریعہ دبانے کی کوشش کی گئی جو آواز حکومت کی عوام مخالف پالیسیوں کے خلاف اٹھی یا جس نے بھی حکومت کی عوام مخالف پالیسی کی مخالفت کی۔ آزادی کے بعد دستور ہند کا نفاذ ہوا اور دستور نے شہریوں کو متعدد بنیادی و شہری حقوق فراہم کیے جن میں آرٹیکل 19 بھی شامل ہے، جس کی روشنی میں ہر شہری کو اظہار رائے کی آزادی فراہم کی گئی۔ اظہار رائے کا حق ہی ہے جو ہمیں حکومت اور حکومت کی پالیسیوں پر اپنی رائے پیش کرنے کی آزادی دیتا ہے۔ ایک آزاد جمہوری ملک میں حکومت کا انتخاب عوام کرتے ہیں۔ حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے قانون و اسکیمیں بنائے، اگر عوام کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کی منتخب کردہ حکومت کچھ خاص صنعتی گھرانوں کے مفادات کے تحفظ کی غرض سے ایسی پالیسیاں بنارہی ہے جن سے عام شہریوں کو نقصان ہوگا تو یقیناً شہریوں کی یہ دستوری ذمہ داری ہے کہ وہ حکومت کے خلاف اپنی بے چینی کا اظہار کریں، البتہ یہ اظہار خیال جمہوری طریقہ کار کا استعمال کرتے ہوئے ہو، تاہم آرٹیکل 19 کی دوسری ہی شق میں حکومت کو یہ اختیار بھی دے دیا گیا کہ وہ قوانین و ضوابط اور امن و امان کے قیام کو یقینی بنانے کی غرض سے معقول پابندیوں کا نفاذ بھی کرسکتی ہے نیز قوانین کی تدوین بھی کرسکتی ہے، انگلینڈ نے اس قانون کو 2009 میں ختم کردیا ہے، اکثر و بیشتر ممالک نے اپنے قوانین سے سیڈیشن کی شق کو حذف کردیا ہے۔

1951 میں تاراسنگھ گوپی چند کے مقدمے میں کہا گیا تھا کہ ہندوستان اب ایک خودمختار جمہوری ملک ہے۔ ملک سے بغاوت کا قانون ایک غیرملکی حکومت کے تسلط کے لیے ضروری تھا جب کہ آزادی کے بعد کی تبدیلیوں کے ساتھ اس قانون کو بھی تبدیل ہونا چاہیے اور اس قانون سے چھٹکارا حاصل ہونا چاہیے۔ 1958 میں رام نندن مقدمے کے فیصلے میں جسٹس گورتو نے کہا تھا کہ ”قانون ساز اسمبلی و انتظامیہ کچھ وزیروں کے قابو میں ہوتی ہے جن کی پالیسیوں پر پارلیمنٹ سے لے کر سڑک تک عوام بھی اپنے خیالات و جذبات کا اظہار کریں گے، اس مخالفت یا اظہار رائے کا مقصد ضروری نہیں کہ امن و قانون میں رکاوٹ ڈالنا ہو یا حکومت کا تختہ پلٹ کرنا ہو، تاہم حکومت ان کی اظہار خیال کی آزادی کو پابند کرنے کے لیے تعزیرات ہند کی دفعہ 124 اے کا ناجائز استعمال کرسکتی ہے جو کہ دستور کے بنیادی حق اظہار رائے کی آزادی کے خلاف ہوگا۔“

آزادی کے بعد سے آج تک اس قانون کا استعمال ہر حکومت اپنے مخالفین اور تنقید کرنے والوں کے خلاف کرتی رہی ہے، ہر سیاسی پارٹی نے اپنے مفادات کے پیش نظر قوانین اور پولیس ایجنسیوں کا غلط استعمال کیا ہے۔ ملک سے بغاوت کرنے کا واضح مطلب یہی ہوتا ہے کہ ملک کی خودمختاری یا آزادی کے لیے خطرہ پیدا کرنا، ملک میں ایسے جنگی حالات پیدا کردینا جن سے دستوری حکومت خطرے میں آجائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آزادی کے بعد سے اب تک عوام کی منتخب حکومتیں عوام کے مسائل حل کرنے میں ناکام ثابت ہوتی رہی ہیں۔ جمہوریت میں صحافت کو چوتھا ستون کہا گیا ہے، اگر ہماری عوامی جمہوریت میں عوامی رہنما، سیاسی شخصیات، سماجی کارکنان اور صحافی بھی حکومت کی پالیسیوں اور ان کے کام کرنے کے انداز پر اپنی رائے عوام کے سامنے رکھنے یا حکومت کی عوامی پالیسیوں پر سوال اٹھانے کی پاداش میں ملک سے بغاوت کرنے کے ملزم قرار دیے جائیں گے تو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت میں سب سے بنیادی جمہوری حق کی اہمیت ختم ہوجائے گی، ہماری حکومتوں کی ترجیح ہوتی ہے کہ سوالات جنم نہ لے سکیں جب کہ سوالات ہی جمہوری نظام میں حکومت کو متوازن رکھتے ہیں۔

sabbaqsubhani@gmail.com

**اگر ہماری عوامی جمہوریت میں عوامی رہنما، سیاسی شخصیات، سماجی کارکنان اور صحافی بھی حکومت کی پالیسیوں اور ان کے کام کرنے کے انداز پر اپنی رائے عوام کے سامنے رکھنے یا حکومت کی عوامی پالیسیوں پر سوال اٹھانے کی پاداش میں ملک سے بغاوت کرنے کے ملزم قرار دیے جائیں گے تو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت میں سب سے بنیادی جمہوری حق کی اہمیت ختم ہوجائے گی۔**

---

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA HYDERABAD

# صورتحال تشویشناک!

**اگر** کسی گھر کا ایک فرد سنگین بیماری میں مبتلا ہوجاتا ہے تو اس کا راست یا بالواسطہ اثر گھر کے دیگر لوگوں پر بھی پڑتا ہے لیکن وبا کا دائرۂ اثر ایک گھر یا چند گھروں تک محدود نہیں ہوتا۔ کورونا وائرس ایک عالمی وبا ہے۔ اس کے دائرۂ اثر میں دنیا کے 221 ممالک اور علاقے ہیں۔ رواں سال کی ابتدا تک 82 کروڑ، 50 لاکھ طلبا کی تعلیم پر کورونا وائرس نے اثرات مرتب کیے تھے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ کورونا لوگوں کی صحت اور ان کی جان کے لیے ہی مہلک ثابت نہیں ہوا ہے، اقتصادیات اور تعلیم کے لیے بھی نقصاندہ ثابت ہوا ہے۔ کورونا متاثرین کی تعداد کے لحاظ سے وطن عزیز ہندوستان، امریکہ کے بعد دوسرے نمبر پر ہے اور دوسرا ایسا ملک ہے جہاں متاثرین کی تعداد 3 کڑور سے زیادہ ہے۔ رواں سال کی ابتدا میں ایسا لگتا تھا کہ کورونا وائرس سے نجات مل گئی ہے، اقتصادی سرگرمیاں بحال ہو جائیں گی، اسکول کھل جائیں گے مگر کورونا کی نئی لہر نے دیکھتے ہی دیکھتے حالات بد سے بدتر بنا دیے۔ بڑی تعداد میں لوگ کورونا سے متاثر ہونے لگے، اموات ہونے لگیں۔ ایسی صورت میں بند اسکولوں کو کھولنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا تھا۔ کوشش یہ کی گئی کہ طلبا کی تعلیم کا نقصان نہ ہو۔ آن لائن کلاسز کا جو سلسلہ گزشتہ برس شروع ہوا تھا، اس سال اسے دراز کرنا پڑا مگر حکومت یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ عالمی وبا کے دوران ملک کے مختلف حصوں میں طلبا کی تعلیم کیسی چل رہی ہے، آن لائن تعلیم کی سہولتیں کتنے طلبا کو دستیاب ہیں۔ اس سلسلے میں ایک رپورٹ وزارت تعلیم کی طرف سے جاری کی گئی ہے جو تشویش میں اضافہ کرنے والی ہے، کیونکہ 7 ریاستوں میں 40 تا 70 فیصد طلبا کی رسائی ڈیجیٹل ڈیوائسز تک نہیں ہے۔ 22 ریاستوں اور 7 مرکز کے زیرانتظام علاقوں پر تیار کی گئی رپورٹ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کن ریاستوں میں صورتحال بدترین اور کن ریاستوں میں اچھی ہے۔ مدھیہ پردیش میں بغیر ڈیجیٹل رسائی والے طلبا کی تعداد 70 فیصد ہے تو ایسے طلبا کی تعداد بہار میں 58.09 فیصد اور آندھرا پردیش میں 57 فیصد ہے یعنی مدھیہ میں 30 فیصد، بہار میں 41.91 فیصد اور آندھرا پردیش میں 43 فیصد طلبا ہی آن لائن تعلیم حاصل کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ وہ دیگر ریاستیں جہاں صورت حال تشویشناک ہے، ان میں آسام، جھارکھنڈ، اتراکھنڈ اور گجرات شامل ہیں۔ آسام میں بغیر ڈیجیٹل تک رسائی والے طلبا کی تعداد 44.24 فیصد، جھارکھنڈ میں 43.42 فیصد جبکہ اتراکھنڈ میں 41.17 فیصد اور گجرات میں 40 فیصد ہے۔ اعداد و شمار کی عدم موجودگی کی وجہ سے اتر پردیش اور مغربی بنگال میں آن لائن تعلیم کی صورتحال سامنے نہیں آسکی ہے۔ تمل ناڈو کی طرف سے یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس نے اپنے طلبا میں 5.15 لاکھ لیپ ٹاپ کی تقسیم کی ہے۔ اس وقت اسی طرح کے قدم اٹھانے کی ضرورت ہے مگر ابھی تو یہی سوال جواب طلب ہے کہ کیا طلبا کے لیے تعلیم کا حصول آسان بنانا سبھی ریاستی حکومتوں کی ترجیحات میں سرفہرست ہے؟

تمل ناڈو میں بھی آن لائن کلاسز کی سہولتیں سبھی طلبا کو دستیاب کرانے کے لیے کچھ اور کیے جانے کی ضرورت ہے، کیونکہ متذکرہ رپورٹ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ تمل ناڈو میں 14.51 طلبا کی رسائی ڈیجیٹل ڈیوائسز تک نہیں ہے۔ ریاستوں میں سب سے اچھی صورت حال کیرالہ میں اور مرکز کے زیرانتظام علاقوں میں دہلی میں ہے۔ کیرالہ میں بغیر ڈیجیٹل رسائی والے طلبا کی تعداد 1.63 فیصد ہی ہے۔ اسی طرح دہلی میں بغیر ڈیجیٹل رسائی والے طلبا کی تعداد 4 فیصد ہے۔ شرح خواندگی میں ملک کی پوزیشن بہتر ہے، بہتر بنانی ہے تو بدلتے حالات کے تقاضوں پر توجہ دینی ہوگی، طلبا کی نئی ضرورتوں کو پورا کرنا ہوگا۔ کورونا کے پھیلاؤ سے پہلے جیسے پسماندہ گھروں کے طلبا کو کاپی، کتاب، یونیفارم اور دیگر اشیاء ضروریہ مہیا کرانے پر توجہ دی جاتی تھی، اسی طرح انہیں لیپ ٹاپ یا ٹیبلیٹ یا اسمارٹ فون کے ساتھ انٹرنیٹ کنکشن کی سہولتیں بھی دستیاب کرانی ہوں گی، کیونکہ حالات میں تبدیلی آئی ہے تو طلبا کی ضرورتیں بھی بدلی ہیں۔ انہیں یہ سہولتیں دستیاب کرانا اس لیے بھی ضروری ہے، کیونکہ کوئی دعوے سے یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ کورونا کی تیسری لہر نہیں آئے گی اور حالات یوں ہی بہتر رہیں گے جیسے ابھی ہیں۔ حالات اگر خدانخواستہ اچانک خراب ہوگئے تو طلبا کو سہولتیں کیسے مہیا کرائی جائیں گی، اس سوال پر غور کرنے میں تاخیر نہیں کی جانی چاہیے۔ یہ بات بالکل نظرانداز نہیں کی جانی چاہیے کہ کسی ملک کی اصل ترقی سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی مانی جاتی ہے اور یہ ترقی معیاری تعلیم پر توجہ دیے بغیر حاصل نہیں کی جاسکتی۔

edit2sahara@gmail.com

---

## مراسلات

مراسلہ نگار کی رائے سے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

### حیدرآباد کے کتب خانے علم و ادب کا خزانہ

مکرمی! حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں محمد قلی قطب شاہ کے دور سے کتب خانوں کے وجود کا علم ہوا ہے اور آصف جاہی دور تک کئی ایک کتب خانے میں اضافہ ہوا ہے۔ ماضی میں ان کتب خانوں سے استفادہ کرکے لوگ آئی اے ایس، آئی پی ایس اور اعلیٰ ملازمتیں حاصل کی ہیں۔ ان کتب خانوں نے فرد کو اعلیٰ سماجی مقام عطا کیا ہے۔ آج بھی حیدرآباد کے کتب خانوں میں علمی و ادبی ذخیرہ وسیع پیمانے پر موجود ہے۔ کمی صرف پڑھنے والوں کی ہوگئی ہے۔ آصفیہ کتب خانہ افضل گنج، سالار جنگ میوزیم کتب خانہ، شاہ علی بنڈہ، اردو گھر، پتھرگٹی پر این سی پی یو ایل کا کتب خانہ غرض ان کتب خانوں میں بیش بہا ذخیرہ موجود ہے۔ ان میں کتب کے علاوہ رسائل و جرائد اخبارات بھی مل جاتے ہیں۔ طالب علموں کیلئے مذکورہ کتب خانے نعمت سے کم نہیں ہیں۔ یہاں تحقیق کیلئے وافر مواد مل جائیں گے لیکن ان کتب خانوں میں طلبہ کی عدم موجودگی، دلچسپی کی وجہ سے کتب تلف ہورہی ہیں۔ ان کتب کو پڑھنے والا کوئی نہیں مل رہا ہے۔ یہ بات اردو والوں کیلئے ایک المیہ سے کم نہیں ہے۔ ماضی میں لوگ صبح 8 تا رات 8 بجے تک پڑھتے تھے۔ آج وہ ماحول و رواج نہیں۔ ان کتب خانوں کے ذخیرہ کی حفاظت حکومت کرے اور اردو والے ان ذخیروں سے خاطر خواہ استفادہ کریں۔ خاص طور پر نوجوانوں کو وہاں جاکر پڑھنے کی ترغیب دیں تاکہ مستقبل درخشاں ہوجائے۔

**ناظم علی۔** نظام آباد

### بے وجہ کھانا خراب نہ کریں!

مکرمی! ادارتی صفحہ پر بعنوان 'خوردنی اشیاء کا ضیاع لمحۂ فکریہ' شائع اپنے مضمون میں عباس دھالیوال نے ایک ایسے مسئلہ کو خط کشیدہ کیا ہے جس کی سنجیدگی کی بابت ہم میں سے بیشتر لوگ دانستہ یا غیر اضطراری طور پر بے خبری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور وہ ہے اشیاء خوردنی کی بربادی کا مسئلہ۔ اس لمحہ فکریہ کے ضمن میں مضمون نگار موصوف نے خوراک و زراعت کے عالمی ادارے کی ایک رپورٹ کا ذکر بھی کیا ہے، جس کے مطابق گزشتہ سے پیوستہ سال 2019 کے دوران، ساری دنیا میں پیدا ہونے والی خوراک کا 14 فیصد حصہ محض کھیتوں اور کھلیانوں سے لے جاکر مراکز فروخت تک پہنچانے کے دوران بربادی کا شکار ہوجاتا ہے اور ہماری اس لاپروائی اور تساہلی سے پیدا یہ مسئلہ یقیناً شدید نوعیت کا ہے جبکہ اس سال یہ اعداد و شمار 17 فیصد تک پہنچ چکے ہیں۔ اپنے اس عمل کے ذریعہ ہم عالمی مسئلہ ضیاع خوراک کے انسداد میں معاون ہوسکتے ہیں۔

**اظہر علی خاں۔** شرافت منزل، کوتوالان، رامپور-1

---

آئینہ

**ضمیر ہاشمی**

شکست فاش دی تم نے سپر پاور کو بھی لیکن
چھپے فتنے تمہارا امن کیوں تاراج کرتے ہیں
جو ہر شہری کو احساسِ تحفظ دے نہیں پاتے
تو ایسے حکمراں بس چند دن ہی راج کرتے ہیں

**نوٹ: ادارتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آرا ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔**

ہمیں فخر ہے کہ ہم ہندوستانی ہیں
سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن کیلئے پرنٹر و پبلشر **ضیاء قادری** نے سری سیشا سائی انٹر پرائزس '98/1' کوآپریٹیو انڈسٹریل اسٹیٹ' گاندھی نگر' نزد بالانگر' میڑچل ضلع ملکاجگیری' حیدرآباد۔ 37 میں چھپوا کر اور سہارا منزل' سکینڈ فلور' سیف آباد' روبرو تلنگانہ سکریٹریٹ' حیدرآباد۔ 63 سے شائع کیا۔
For Sahara India Mass Communication Printed & Published by **Zia Qadri**, Printed at Sree Sesha Sai Enterprises, 98/1, Co-Operative Industrial Estate, Gandhi Nagar, Near Balanagar, Medchal-Malkajgiri Dist. Hyd-37 and published from Sahara Manzil, 2nd Floor, Opp. TS Secretariat, Saifabad, Hyderabad-63.
Chief Executive Officer & Editor in Chief : **Upendrra Rai** چیف ایگزیکیٹو آفیسر و ایڈیٹر ان چیف: اپیندر رائے
*Resident Editor: **Mohammed Shahabuddin Pasha** ریزیڈنٹ ایڈیٹر: محمد شہاب الدین پاشاہ ■ Group Editor: **Ismail Zafar Khan** گروپ ایڈیٹر: اسمعیل ظفرخان
For News HYD.: rassahaurdu@gmail.com, Mob: +91 - 9885226377 / +91- 8885226377 ■ Advt.: Email : saharadaily@yahoo.com ■ Advt. National: Email: adsahara@gmail.com Mob: +91-9891773434 / 9899452476
■ Website :- www.roznamasahara.com ■ Circulation: +91- 9866207440 /9177509778 : فون نمبرات سرکولیشن ■ 040-23230323 : فیکس ■ 040 - 42006049 : فون نمبر ■ +91- 8885226377 : برائے نیوز ارسال واٹس ایپ
*اس شمارہ میں شامل شائع شدہ تمام خبروں کے انتخاب اور ایڈیٹنگ کیلئے ذمہ دار
R.N.I. No-APURD/2007/18610 Roznama Rashtriya Sahara (Hyderabad) ———— 024 :شمارہ نمبر سال: 16
روزنامہ راشٹریہ سہارا
○ حب الوطنی ○ فرض شناسی ○ ایثار